اداریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم وبہ نستعین

اساتذۂ فقہ اسلامی و درسِ نظامی............متوکلین علی اللہ کی جماعت یا درویشانِ خدامست

اہل علم نے درویش کی مختلف تعریفات لکھی ہیں، مگر درویش کی کوئی بھی تعریف ایسی نہیں جوان بندگان خدا مست پر صادق نہ آتی ہو جنہیں عربی مدارس کی اصطلاح میں "مدرس" کہا جاتا ہے۔ دینی مدارس کا نظام یوں تو دینی جذبہ رکھنے والے معاونین کے تعاون سے چلتا ہے اور زکوۃ، صدقات وعطیات ان مدارس کے عمومی ذرائع آمدن ہیں، لیکن تعلیمی نظام کا دارومدار جن لوگوں پر ہے وہ تدریسی جذبہ رکھنے والے مدرسین ہیں۔ مدرس اس قابل طالب علم کا نام ہے جو دورانِ تعلیم اپنے اساتذہ سے پورے انہماک کے ساتھ اکتساب علم کرتا ہے، جو توجہ سے اساتذہ کی تقریرات وتشریحات کی سماعت کرتا اور پھر محنت و جانفشانی سے انہیں ازبر کرنے کی مشق کرتا ہے۔ لائق شاگرد وہ ہے جو درسِ نظامی کی شاملِ نصاب کتب کی عربی عبارت اچھی پڑھ اور سمجھ سکتا ہو اور متون کی تعلیم کے دوران، ان کی شروحات خود دیکھ کر آتا اور حواشی پر نظر رکھتا ہو۔ جو استاذ پر اچھے سوالات واشکالات وارد کر کے استاذ کو سبق کی زیادہ مفصل شرح کرنے اور اشکالات کو رفع کرنے پر مجبور کرتا ہو۔ (اگرچہ آج کل بعض مدارس میں ایسے طلبہ کو سخت ناپسند کیا جاتا ہے) استاذ کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ ہر طالب علم کچھ نہ کچھ سوال کرے اگر کوئی طالب علم کوئی سوال نہ کرے، خاموش بیٹھا رہے تو اسے غبی یا غیر متوجہ سمجھا جاتا ہے۔ اور اساتذہ اس کی مہر سکوت توڑنے کی طرف خود توجہ کرتے اور اسے بولنے اور پوچھنے کی دعوت دیتے ہیں۔ بلگرام کے رہنے والے ایک سید میر اسماعیل مختلف حلقہ ہائے درس سے استفادہ کرنے کے بعد آخر میں ملا عبدالحکیم سیالکوٹی کے حلقہ درس میں پہنچے عرض کیا مجھے کوئی وقت عنایت فرمائیں تاکہ جو کتابیں آپ سے پڑھنا چاہتا ہوں پڑھ سکوں، ملا عبدالحکیم صاحب نے اپنے وقت نامہ کو دیکھ کر کہا، طلبہ کی کثرت کے سبب علیحدہ وقت دینا تو دشوار ہے البتہ فلاں طالب علم کی جماعت میں شریک ہو کر تم سن سکتے ہو۔ سید صاحب دور سے آئے تھے، اسی کو غنیمت جانا کہ سماعت اور اتنے بڑے عالم کی صحبت کا موقع..........راضی ہو گئے۔ چند ہفتے سماعت میں گزر گئے اور سید صاحب نے استاذ سے کسی قسم کا کوئی سوال نہیں کیا۔ اب وہ عصرِ حاضر کا گونگا درس تو تھا

☆☆☆ میں نے امام شافعی سے زیادہ کسی کو عقل والا نہیں پایا (ابو عبید) ☆☆☆

نہیں کہ نہ شاگردوں کو سوال کی مجال اور نہ استاذ کو اس کی پرواہ کہ کون ہمہ تن متوجہ ہے تو کون نیم متوجہ۔ ایک نووارد طالب علم کا یہ رویہ دیکھ کر کہ اس نے کئی دنوں سے کوئی بات نہیں پوچھی استاذ سے رہا نہ گیا۔ آخر ایک روز مخاطب کر کے فرمایا: عرصہ گزر گیا کبھی کوئی بات تم نے نہ پوچھی؟ طالب علم (سید صاحب) نے عرض کیا آپ نے صرف سماعت کی اجازت دی تھی اس لئے بولنا اور دریافت کرنا مناسب خیال نہ کیا۔ حضور اگر کوئی مستقل وقت مرحمت فرمائیں تو بڑی آرزو پوری ہو، استاذ کو بلگرام سے سیالکوٹ تک کا سفر محض علم کی خاطر کر کے آنے والے طالب علم کے اس جملے نے جیسے چونکا دیا ہو، اس کی طلب صادق پر رحم آ گیا، فرمایا: ان دنوں عصر سے مغرب کے درمیان کچھ وقت فارغ ہے اسے تمہارے اسباق کے لئے مقرر کئے دیتے ہیں۔ چنانچہ اگلے ہی روز سے سبق شروع ہو گیا، کسی مسئلہ پر ایسی بحث چلی کہ نمازِ مغرب کا وقت ہو گیا، علامہ عبدالحکیم نماز سے فارغ ہو کر پھر پلٹے پھر بحث شروع ہوئی، تا آنکہ عشاء کی اذان ہو گئی، مگر بحث ناتمام رہی، ہونہار شاگرد سے معذرت کرتے ہوئے فرمایا کل تمام اسباق موقوف کر کے پہلے تمہارا مسئلہ طے کریں گے۔ حسب وعدہ دوسرے روز پھر صبح ہی سے بحث کا آغاز ہوا دیگر طلبہ بھی ساعتِ بحث کے لئے دلچسپی کے ساتھ شریک ہوئے کہ کل سے بحث چل رہی ہے اور آج تمام اسباق موقوف کر کے استاذِ گرامی اس طالب علم کی تشفی کے لئے ہمہ تن متوجہ ہیں، دوپہر ہو گئی اور گفتگو مکمل نہ ہو سکی، مولانا غلام علی آزاد کا بیان ہے کہ سہ روز متواتر بریں منوال گزشت وسلسلہ بحث انقطاع نہ پذیرفت۔ (یعنی تین روز اسی طرح گزر گئے مگر سلسلہ بحث ختم نہ ہوسکا)۔ بالآخر علامہ نے تھک کر شاگرد (سید صاحب) سے دریافت فرمایا، آخر تمہاری بھی کوئی خاص رائے اس مسئلہ میں ہے؟ سید صاحب شاید اسی موقع کی انتظار میں تھے، جھٹ سے اپنا ہی لکھا ہوا ایک مضمون اٹھا لائے، مگر اس پر اپنا نام کہیں ظاہر نہیں کیا۔ اور کہا کہ اس مسئلہ کی ایک تحقیق یوں کی گئی ہے۔ بحث ختم ہو گئی، استاذ نے یہ مضمون بہت پسند کیا۔ یہی سید صاحب پھر اپنے وقت کے بڑے مدرس عالم اور استاذ ہوئے۔

مدارس اسلامیہ عربیہ کے ایسے لائق طلبہ کو ان کے اساتذہ خود مسندِ تدریس پیش کیا کرتے ہیں، دوران طالب علمی ان سے چھوٹے طلبہ کو اسباق پڑھانے کا کہتے ہیں اور چھوٹے طلبہ کو ان سے اسباق کے تکرار میں مدد لینے کی ہدایت کرتے ہیں۔ اور یوں نئے مدرسین کی تیاری غیر محسوس طریق پر شروع ہو جاتی ہے، یہی سینئر طلبہ جو، جونیئر طلبہ کو اسباق پڑھانے اور پڑھے ہوئے اسباق یاد کرانے میں معاونت کرتے ہیں، مستقبل کے مدرسین ہوتے ہیں۔

فضل العالم علی العابد کفضلِ القمر علی سائرِ الکواکب (سنن ابوداود و ترمذی)

مدارس کی انتظامیہ ایسے طلبہ کو نظروں میں رکھتی ہے اور اساتذہ بھی وقتاً فوقتاً انتظامیہ کو مشورہ دیتے رہتے ہیں کہ فلاں طالب علم جو اس سال پڑھ کر فارغ ہوجائے گا اسے آئندہ سال سے مدرس رکھ لیا جائے ۔یوں ایسے قابل طلبہ کو مدرس بننے کے لئے آمادہ اور قائل کیا جاتا ہے، اور اکثر و بیشتر ایسے ذہین طلبہ اپنے اساتذہ کرام کے حکم کے احترام میں اپنی تمام خواہشات کو قربان کر کے سلکِ تدریس سے منسلک ہوجاتے ہیں۔حتی کہ بسا اوقات بعض فارغ التحصیل ہونے والے طلبہ کو روزگار کے نہایت پرکشش مواقع دعوت قبول دے رہے ہوتے ہیں مگر وہ اپنے استاذِ گرامی کے حکم پر ہر بڑی سے بڑی پیش کش کو رد کر کے مسند تدریس کو قبول کرلیتے ہیں، جو پھولوں کی سیج نہیں کانٹوں کا بچھونا ہوا کرتا ہے۔آج بھی متعدد علماء کرام ایسے ہیں جنہیں اندرون و بیرون ملک بہترین مواقع روزگار میسر آئے لیکن انہوں نے اپنے استاذ و شیخ کے حکم پر تدبیر دنیا چھوڑ کر تدریس اختیار کی ۔ ہمارے ایک کرم فرما کا بیان ہے کہ انہیں بہت اچھی اچھی سرکاری ملازمتوں کے مواقع ملے لیکن استاذ گرامی نے حلف لیا تھا کہ سرکاری نوکری نہیں کروگے، تدریس و تحریر و تقریر کے ذریعہ تبلیغ و دعوتِ دین کا کام کروگے، سو آج تک اسی پر کاربند ہوں۔ ہمارے ایک اور کرم فرما کو انگلینڈ میں کام کرنے کا موقع ملا، بہت اچھی جگہ تھی اور بڑی خوبی سے معاش و معیشت چل سکتے تھے لیکن جیسے ہی استاذ گرامی نے فون کیا کہ واپس آجاؤ تمہیں یہاں مدرسہ قائم کرنا اور تدریس کے فرائض انجام دینا ہیں، ایک کال پر فوراً واپس چلے آئے۔

یہ باتیں کچھ بہت پرانے وقتوں کی نہیں اسی نصف صدی کی ہیں، جس میں اساتذۂ فقہ اسلامی و درسِ نظامی نے توکل علی اللہ اور قناعت پسندی سے گزر بسر کر کے تدریس کی مسند کو رونق بخشی ہے اور اب بھی تدریس اگر کہیں صحیح معنوں میں ہو رہی ہے تو ایسے ہی بندگانِ خدا کے ذریعہ۔ ہمارے ایک استاذِ محترم بہت دور سے دارالعلوم تشریف لایا کرتے تھے وہ جب آتے تو موسم گرما میں بس سٹاپ سے دارالعلوم تک کوئی میل بھر پیدل چل کر آنے کے سبب ان کی قمیص پسینے سے تر ہوتی تھی، تھوڑی دیر پنکھے کے نیچے بیٹھتے کچھ سکون ہوتا اور پھر تدریس شروع ہوجاتی۔ ڈیڑھ سو روپے وظیفہ ملتا تھا وہ بتایا کرتے تھے کہ سو روپے ماہانہ تو بس کے کرایہ کی مد میں چلے جاتے ہیں۔

مدرسین کا یہ حال صدیوں پرانا نہیں اب بھی بیشتر مدارس میں مدرسین کو ملنے والا وظیفہ قوت لا یموت ہی ہے۔ہم نے فقہ اسلامی کی تدریس فرمانے والے اساتذہ کرام کے لئے مفت مجلہ جاری کرنے کی ایک اسکیم متعارف کرائی ہے اور اساتذہ کرام کے لئے ایک استفساریہ شائع کیا ہے کہ وہ اپنے کوائف

ایک عابد پر عالم کی فضیلت ایسی ہے جیسے کہ چاند کی فضیلت دوسرے تمام ستاروں پر (سنن ابوداود و ترمذی)

ارسال فرما کر مفت رسالہ جاری کروا سکتے ہیں، اب تک جتنے خطوط اس سلسلہ میں آئے ہیں اور استفسار یہ میں وظیفہ کے خانے میں جو وظیفہ و مشاہرہ اساتذہ کرام نے لکھ کر بھیجا ہے وہی اس ادارے کا محرک اول ہے۔ فقہ اسلامی کے اساتذہ جھوٹ کیوں لکھیں اور بولیں گے، ظاہر ہے کہ ان کا لکھا لائق اعتماد ہے اور وہ وظیفہ اس قدر کم ہے کہ ایک مزدور، کنڈیکٹر، ڈرائیور، یا چوکیدار کی تنخواہ بھی اس سے زیادہ ہوگی۔

ممکن ہے یہ خیال کسی قاری کے ذہن میں گزرے کہ شاید بعض مراعات وظیفہ کے علاوہ زیادہ ہوں، تو مراعات کی صورت یہ ہے کہ بعض مدارس میں پنجرہ نما مکانات کا اہتمام ہوتا ہے اور بعض میں کچھ مدد خورد و نوش کے سامان کی مد میں کی جاتی ہے اس کی کیفیت کا اندازہ آپ اس سے لگائیے کہ ملک کی ایک نامور دینی درسگاہ واقع لاہور کے ایک مشہور و معروف عالم، مصنف، مؤلف، محقق اور فاضل استاذ و مدرس کے بارے میں راقم کو معلوم ہوا کہ ساری عمر ایک کمرے کے مکان میں مع اہل و عیال گزار دی اور معمولی وظیفہ پر تدریس کا شغل جاری رکھا۔ گھر میں ڈھنگ کا کوئی باتھ روم بھی نہ تھا، اکثر اوقات مدرسہ میں طلبہ کے لئے تعمیر کئے گئے باتھ روم کے سامنے قطار میں کھڑے اپنی باری کا انتظار کرتے دیکھے گئے۔

اسلام آباد کے نواح میں ایک دارالعلوم جانے کا اتفاق ہوا، صدر مدرس صاحب کے گھر کا بیرونی منظر کسی فقیر کی جھونپڑی سے کیا کم ہوگا اور اندرونی منظر کسی ویران سے ریلوے اسٹیشن کے مسافر خانے سے مختلف نہ تھا کہ نہ چارپائی نہ پلنگ، نہ بستر نہ بچھونا، ایک چٹائی بوسیدہ سی بچھی تھی اسی پر حضرت تشریف فرما تھے۔ علالت و نقاہت کے باعث طلبہ کو گھر پر ہی پڑھانے کے لئے بلا لیا تھا، چٹائی ان کے لئے چھوٹی پڑ رہی تھی مگر دل تنگ نہیں تھے سبق جاری تھا اور اس بے سروسامانی کے عالم میں بھی چہرے بشاشت سے چمک رہے تھے۔

زمانہ بدل گیا، مدارس کی قسمتیں بدل گئیں، اب شہری مدارس کی عمارتیں جدید جامعات کی منظر کشی کرتی ہیں، کئی پیدل سوار منتظمین مدارس کے پاس اب کئی کئی گاڑیاں ہیں اور کئی کئی لاکھ کی ہیں، ان کے بچے موبائلوں سے کھیلتے اور انٹرنیٹ سے لطف اندوز ہوتے ہیں، کالجوں میں پڑھتے اور ریستورانوں کے کھانے شوق فرماتے ہیں، مگر مدرسین کا حال اب بھی ماسوا چند مستثنیات کے ویسا ہی ہے۔ راقم نے ایک مہتمم صاحب سے ڈرتے ڈرتے کہا کہ حضرت آپ جب مدرس تھے تو مظلوم تھے اور اکثر مدرسہ کی انتظامیہ کی ہجو گوئی فرمایا کرتے تھے، اب خود منتظم ہیں تو کیا محسوس فرماتے ہیں؟ مدرسین کی تنخواہیں تو یقیناً آپ کے ہاں اطمینان بخش ہوں گی، فرمانے لگے، میاں ان کی تنخواہیں بڑھا دیں تو یہ خراب ہو جائیں گے

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حدود اللہ قریبی اور دوری تمام لوگوں پر قائم کرو

۔ان کو اسی حال میں رکھا جائے تو کام کرتے ہیں ورنہ نہیں کرتے۔اور پھر ہم نے بھی تو ایک عرصہ معمولی تنخواہ پر کام کیا ہے اب یہ کچھ عرصہ قربانی دیں اور اسی طرح کام کریں جیسے ہم نے کیا۔

مدارس اسلامیہ میں تدریس فرمانے والے مدرسین خواہ ان کا تعلق فقہ اسلامی ،درس نظامی کی تدریس سے ہو یا تعلیم وتحفیظ القرآن کی تدریس سے حال سب کا پتلا ہے۔

منتظمین مدارس سے ہماری دردمندانہ اپیل ہے کہ وہ ان درویشان خدامست کے حال پر رحم فرمائیں ان کے معقول وظیفے مقرر کریں اور اپنی بساط سے زیادہ ان پر خرچ کریں کہ تعلیم وتربیت کا کوئی کام اگر مدارس اسلامیہ میں ہو رہا ہے تو انہی کے وجود سے ہے،ان کی معقول حوصلہ افزائی نہ کی گئی ان کی ضروریات کا خیال نہ رکھا گیا، تو تعلیم کا پہیہ جام ہونے کا خطرہ ہے۔ان میں اپنی معاشی و معاشرتی ضروریات کے سلسلہ میں تنگ دستی وتنگ دامنی کا احساس پیدا ہو رہا ہے اگر یہ احساس شدید ہونے لگا تو مدرسین پہلے ہی نہ بن رہے ہیں نہ بنے بنائے کہیں سے ملتے ہیں، پھر اور بھی کوئی اس کوچۂ ملامت میں قدم رکھنے کی زحمت نہیں کرے گا۔اور مدارس سے جو فی الوقت علماء، خطباء اور ائمہ مؤذنین تیار ہو رہے ہیں وہ بھی نہ ہو پائیں گے۔ایک مولانا کے بارے میں ہم نے ایک عالم سے دریافت کیا وہ کیسے ہیں؟ فرمایا اچھا ہے ہمارے ہاں مدرس تھا پھر اپنا مدرسہ بنالیا، اب بڑا علامہ سمجھتا ہے اپنے آپ کو، اور یہ الفاظ کچھ اس انداز سے انہوں نے کہے کہ جیسے وہ ان کے ہاں مدرس نہ تھا بے چارہ کوئی بھنگی تھا۔ہم نے عرض کیا حضرت آپ بھی تو ایک زمانہ میں کہیں مدرس ہی تھے بلکہ کئی مدارس میں آپ نے تدریس فرمائی اور پھر اپنا مدرسہ قائم فرمایا تو یہ اگر جرم ہے تو ایں گناہیست کہ درشہر شما نیز کنند......................

اس طرح کی فکر اور سوچ سے مدرسین کی مزید حوصلہ شکنی ہوتی ہے، بعض مدرسین سے مدارس میں امتیازی سلوک بھی کیا جاتا ہے جو ہرگز روا نہیں ایک استاذ نے اپنی خودنوشت میں لکھا ہے کہ اسباق کے وقفہ کے دوران سخت گرمیوں میں ان کی چائے سے تواضع کی جاتی اور مہتمم صاحب کی کچن کابینہ کے اساتذہ کے لئے بازار سے لسی آیا کرتی تھی۔اگرچہ یہ کوئی بڑا اخلاقی جرم نہ ہو، تاہم اس قسم کے امتیازات سے اساتذہ کرام میں ایک احساس کمتری ومحرومی تو بہر حال پیدا ہوتا ہے۔

دوسری جانب مدرسینِ مدارس اسلامیہ سے ہم دست بستہ عرض گزار ہیں کہ وہ اپنی ذمہ داریاں پوری تن دہی سے عبادت سمجھ کر انجام دیتے رہیں، اگر مدرسین نے ذرا سی بھی دلچسپی کم کی تو ملک وقوم کو اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا، ابھی یہ حال ہے کہ دس مساجد میں سے کسی ایک میں بشکل تمام کوئی عالم

امام وخطیب ہوتا ہے تو میں واعظ، حافظ، قاری، اور مبلغین سے کام چل رہا ہے۔ بڑے بڑے مدارس کے منتظمین اچھے مدرسین کی تلاش میں سرگرداں ہیں مگر مدرس ہیں کہ مل کے نہیں دیتے۔ ملیں بھی کہاں سے جب خود منتظمین کی توجہ مدرسین کی تیاری پر نہیں بلکہ زیادہ فارغین وفضلاء سکور کرنے میں مسابقت پر ہے تو وہ جوہر قابل کہاں سے آئے گا جس کی خود انہیں تلاش ہے۔

بعض مدارس کو مدرسین سے شدید قسم کی شکایات ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ دو دو تین تین جگہ کام کرتے، ٹیوشن پڑھاتے اور ملازمتیں کرتے ہیں، ان کے پاس مطالعہ تک کی فرصت نہیں، ممکن ہے بعض کیسز میں یہ بات صحیح بھی ہو لیکن اس کا حل کیا ہے؟ حل تو یہی ہے کہ اساتذہ اپنے فرائض دیانتداری سے ادا کریں اور مدارس کی انتظامیہ اساتذہ کو اتنی سہولیات مہیا کریں کہ وہ کوئی ٹیوشن پڑھانے، کسی دوسری ملازمت کی طرف دیکھنے اور کہیں اور کام کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہ فرمائیں۔ آخر میں منتظمین مدارس سے معذرت کہ مبادا اس تلخ حقیقت کے بیان میں کوئی کلمہ انہیں ناگوار گزرا ہو۔

اللہ رب العالمین سے دعاء ہے کہ وہ مدارس اور مدرسین کو اپنی اپنی ذمہ داریاں سمجھنے اور ادا کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے (آمین)

تنظیم المدارس کے صدر و ناظم اعلی کو مبارک باد

گزشتہ ماہ تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان کے مرکزی عہدیداران کے انتخابات لاہور میں منعقد ہوئے۔ جس میں پروفیسر مفتی منیب الرحمٰن صاحب کو بعض تحفظات کے اظہار کے ساتھ صدر جبکہ ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی صاحب کو پھر سے بلا مقابلہ ناظم اعلی منتخب کیا گیا۔ ہم تنظیم کے دونوں مرکزی رہنماؤں اور دیگر تمام عہدیداران کو نیا مینڈیٹ ملنے پر مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ اور امید کرتے ہیں کہ وہ تنظیم المدارس کو مدارس کے بورڈ کے طور پر ہی چلائیں گے اور اسے ذاتی یا سیاسی مقاصد کے لئے استعمال نہیں کریں گے۔

کرسمس اور نیا سال مبارک ہو

ناروے معاہدے کے تحت نصاری سے بھائی چارہ قائم کرنے والے مسلم دانشوروں اور ان کی مسیحی برادری کو، کرسمس اور نیا عیسوی سال مبارک ہو۔

☆ اترکوا قولی بخبر الرسول ﷺ ☆ حدیث شریف کے مقابل میرے قول کو چھوڑ دو (ابو حنیفہ) ☆